رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کی کیفیت

محمد عبدالنصیر علوی*

اللہ تعالیٰ نے دین متین کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ(۱)

حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں قرآن کے محفوظ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس کتاب ہدایت کی تعلیم وتشریح پیغمبر انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناصب نبوت کا خاصہ ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ(۲)

وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں اور ان کو پاکیزہ بنائیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں، جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متن کی حفاظت کے ساتھ ساتھ قرآن کی تشریح یعنی حدیث نبوی کی حفاظت کا بھی بندوبست فرمایا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے انسانوں کی ایک نسل کا انتخاب فرمایا اور انہیں دور نبوت کے باریک سے باریک امور کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کا نام "الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله ﷺ وسننه وايامه" منتخب کر کے اس اہم بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ دور نبوت کے تمام امور، جن کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوتی ہے، اسے مسلمانوں نے نہ صرف تمام تر تفصیلات کے ساتھ محفوظ کیا ہے بلکہ آئندہ نسلوں تک اسے من وعن منتقل بھی کیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس باریک بینی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امور کا مشاہدہ کیا اور حفاظت کے ساتھ منتقل کر کے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ بنایا ہے، معلوم انسانی تاریخ اس کی مثال لانے سے قاصر ہے۔ زیر نظر مقالہ میں مقالہ نگار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت مبارکہ کے ایک چھوٹے سے گوشے "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کی کیفیت" سے متعلق معلومات نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ واضح رہے کہ مقالہ نگار صرف سر کے بالوں سے متعلق تفصیلات نقل کرے گا، اور مضمون کی طوالت سے گریز کرتے ہوئے داڑھی کے بالوں اور خضاب سے متعلق تفصیل نقل نہیں کی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم بالطويل ولا بالقصير، شثن الكفين والقدمين، ضخم الرأس... إلخ (۳)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج (بوائز)، شرق پور شریف، پاکستان۔

حضورﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پر گوشت تھے، حضورﷺ کا سر مبارک بھی بڑا تھا۔

"ضخم الرأس" کے الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہیں۔(۴)

جب کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے "عظیم الھامۃ" کے الفاظ منقول ہیں۔(۵)

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سر کا بڑا ہونا دماغی صلاحیت کے کمال کی علامات ہے اور یہ کمال وخوبی انسان کو دیگر انسانوں سے ممتاز کرتی ہے۔(۶)

بال گھنے تھے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا مربوعا بعيد ما بين المنكبين، عظيم الجمة إلى شحمة أذنيه ...إلخ(۷)

حضور اقدسﷺ میانہ قد کے تھے، آپﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا، گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لو تک آتے تھے۔

ابن الجزریؒ نے "جمہ" کی تعریف یوں کی ہے:

الجمة من شعر الرأس ماسقط على المنكبين.(۸)

جمہ سر کے ان بالوں کو کہتے ہیں جو کندھوں پہ گرے ہوئے ہوں۔

جبکہ ملا علی قاریؒ نے علامہ زمخشری کے حوالے سے نقل کیا ہے:

إن الجمة هي الشعر إلى شحمتي الأذن.(۹)

جمہ وہ بال ہیں جو کان کی لو تک ہوں۔

بال مبارک ذرا خم دار تھے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریمﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بالطويل البائن، ولا بالقصير، ولا بالأبيض الأمهق، ولا بالآدم، ولا بالجعد القطط، ولا بالسبط، ...إلخ(۱۰)

حضورﷺ نہ بہت لمبے قد کے تھے نہ پستہ قد، رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید چونہ کی طرح، نہ بالکل گندم گوں کو سانولہ پن آجائے، آپﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچ دار۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روایت میں حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان جعدا رجلا.(۱۱)

آپﷺ کے بال مبارک تھوڑے سے پیچ دار تھے۔

ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

فيه تكسر يسير، فكان بين السبوطة و الجعودة.(۱۲)

معمولی سا خم تھا، مکمل پیچ دار اور مکمل سیدھے پن کی درمیانی کیفیت تھی۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب حضرت محمدﷺ کو ظاہری اور باطنی اعتبار سے خوبصورت ترین صفات پر پیدا

فرمایا چنانچہ بالوں کے معاملے میں بھی جو صفات حسن کی علامات ہیں وہ ساری صفات آپ ﷺ کو عطا فرمائیں۔ بالوں کا بہت گھنگریالا ہونا ایک عیب ہے کیونکہ ایسے بالوں کو دھونا، سنوارنا مشکل ہوتا ہے، اسی طرح بالوں کا بہت سیدھا ہونا بھی مردوں کے لیے ایک عیب ہے، اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو خوبصورت بال عطا فرمائے کہ نہ زیادہ گھنگریالے اور نہ ہی زیادہ سیدھے، بلکہ ہلکے سے خم کے ساتھ گھنے اور خوشبودار بال تھے جو کبھی کانوں کی لو تک اور کبھی اس سے تجاوز کر جاتے تھے۔

بال مبارک خوشبودار تھے

حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ وَأَطْيَبَ (۱۳)

حضور ﷺ کے بال گھنے اور خوشبودار تھے۔

حضور ﷺ کے سر کے بالوں کی مقدار اور کیفیت

نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کے بالوں کی مقدار اور کیفیت کے بارے میں متعدد روایات ہیں اور بظاہر ان میں اختلاف ہے۔ ان روایات کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ رفع تعارض کی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

روایات میں آپ ﷺ کے سر مبارک کے بالوں کے حوالے سے تین طرح کے الفاظ منقول ہیں:

۱۔ وفرہ: جو کانوں کی لو تک ہوں۔ (۱۴)

۲۔ لمہ: جو کندھوں اور کانوں کی لو کے درمیان ہوں۔ (۱۵)

۳۔ جمہ: سر کے وہ بال جو کندھوں پہ پڑے ہوئے ہوں۔ (۱۶)

جب کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ سر کے بالوں کی مقدار اور کیفیت کے بارے میں چھ طرح کی روایات منقول ہیں:

۱۔ دونوں کانوں کے نصف تک

۲۔ دونوں کانوں کی لو تک

۳۔ دونوں کانوں اور کندھے کے درمیان تک

۴۔ دونوں کندھوں کو چھوتے تھے

۵۔ کندھے کے قریب

۶۔ چار مینڈھیوں کی صورت میں

ذیل میں اسی ترتیب سے روایات ذکر کی جاتی ہیں:

کانوں کے نصف تک

عن أنس بن مالك، قال: «كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى أنصاف أذنيه»(۱۷)

"حضرت انس سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بال نصف کانوں تک تھے۔"

کانوں کی لو تک

عن البراء، قال: «كان رسول الله صلى الله عليه وسلم له شعر يبلغ شحمة أذنيه (۱۸)

حضرت براء سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بال کانوں کی لو تک آتے تھے۔

عن البراء بن عازب رضي الله عنهما، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم «مربوعا، بعيد ما بين المنكبين، له شعر يبلغ شحمة أذنه، رأيته في حلة حمراء، لم أر شيئا قط أحسن منه(۱۹)

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میانہ قد تھے، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا، کانوں کی لو تک بال تھے، میں نے آپ ﷺ کو ایک سرخ دھاری دار جوڑے میں دیکھا، میں نے آج تک آپ ﷺ سے زیادہ حسین چیز نہیں دیکھی۔

کانوں اور کندھوں کے درمیان

عن قتادة، قال: سألت أنس بن مالك رضي الله عنه عن شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: «كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا ليس بالسبط ولا الجعد، بين أذنيه وعاتقه»(۲۰)

حضرت قتادہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے نبی کریم ﷺ کے بالوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کے بال تھوڑے سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے، نہ بالکل پیچدار تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے، کانوں اور کندھوں کے درمیان آتے تھے۔

وكان له شعر فوق الجمة، ودون الوفرة(۲۱)

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ تو جمہ تھے نہ وفرہ بلکہ ان دونوں کے درمیان تھے، لیکن پیچھے روایت گزری کہ بال مبارک جمہ تھے جو کانوں کی لو تک تھے، اور یہ روایت ظاہری طور پر بتا رہی کہ بال جمہ تھے، اور وہ جمہ بال بڑے ہونے کے باوجود کانوں تک تھے، شاید ایسا مختلف احوال کی وجہ سے تھا۔ (۲۲)

جب کہ ابو داود کی روایت میں ہے کہ

كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم فوق الوفرة، ودون الجمة (۲۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں کے اوپر اور کانوں کی لو سے نیچے تھے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ میرک کہتے ہیں کہ ابو داودؒ کی روایت درست ہے، جب کہ علامہ عراقی نے "شرح جامع الترمذی" میں یوں تطبیق دی ہے: لفظ فوق اور دون کی نسبت کبھی محل کی طرف اور کبھی مقدار کی طرف ہوتی ہے، تو اس صورت میں فوق الجمۃ کا مطلب ہے: محل کے اعتبار سے جمہ سے اوپر اور دون الجمۃ کا مطلب ہے: مقدار میں جمہ سے کم، اسی طرح اس کا برعکس۔ (۲۴)

کندھوں کو چھوتے تھے

حدثنا أنس: «أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يضرب شعره منكبيه»(۲۵)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بال کندھوں کو چھوتے تھے۔

عن البراء، قال: «ما رأيت من ذي لمة في حلة حمراء أحسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم له شعر يضرب منكبيه بعيد ما بين المنكبين، لم يكن بالقصير ولا بالطويل»(۲۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی زلف والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، آپؐ کے بال مونڈھوں تک آ رہے تھے، آپؐ

کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا اور آپؐ نہ زیادہ لمبے تھے نہ پستہ قد (بلکہ درمیانے قد کے تھے)۔

کندھے کے قریب

وعن البراء قال: كان له شعر قريبا من منكبيه(۲۷)

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بال کندھوں کے قریب تھے۔

چار مینڈھیوں کی صورت میں

قالت أم هانئ: «قدم النبي صلى الله عليه وسلم إلى مكة وله أربع غدائر» تعني عقائص(۲۸)

حضرت ام ھانی کہتی ہیں کہ حضور ﷺ مکہ تشریف لائے تو آپ کے بال چار حصہ مینڈھیوں کی طرح ہو رہے تھے۔

ملا علی قاریؒ ان مینڈھیوں کے حوالے سے فرماتے ہیں:

بعض علاقوں میں شرفاء کی عادت ہے کہ وہ بالوں کی مینڈھیاں بناتے ہیں اور انہیں آگے رکھتے ہیں، تاکہ مردوں اور عورتوں میں فرق ہو جائے، کیوں کہ خواتین مینڈھیاں پیچھے رکھتی ہیں، خواتین کے ساتھ عدم مشابہت کے لیے اتنا کافی ہے۔(۲۹)

احادیث مبارکہ میں حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کے متعلق جو تفصیلات آئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بال رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے،؛ البتہ بالوں کی مقدار کے حوالے سے روایات کا اختلاف ہے، جیسا کہ ما قبل میں بیان کیا گیا۔ ان روایات میں تطبیق کے سلسلے میں علماء کی مختلف آراء ہیں، جنہیں سر دست یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

"سر کے آگے کے بال کانوں کے نصف تک آتے تھے، اس کے بعد کے بال کانوں کی لو تک، اس کے بعد کے بال کانوں اور کندھوں کے درمیان اور سر کے پچھلے حصے کے بال کندھوں کو چھوتے یا ان کے قریب پہنچ جاتے۔

فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ روایات کا یہ اختلاف مختلف احوال کی وجہ سے ہو۔ جب نہ کاٹے گئے ہوں تو کندھوں پہ جا پڑے ہوں اور جب کٹوائے جاتے ہوں تو کانوں کے نصف تک آجاتے ہوں۔"(۳۰)

یہی بات امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے بالوں کی مقدار کے سلسلہ میں روایات کا اختلاف مختلف اوقات اور حالات کے اعتبار سے ہے۔ جب آپؐ کو بال کاٹنے کا موقع نہ ملا تو وہ مونڈھوں تک پہنچ جاتے اور جب آپؐ بال تراش لیتے تو کانوں کے نصف حصہ تک رہ جاتے۔(۳۱)

جب کہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر بال کانوں کی لو تک ہو کرتے تھے اور بال نیچے چھوڑے ہوتے وہ کندھوں تک جا پہنچتے تھے۔(۳۲)

بال مبارک کا رنگ

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بال سیاہ رنگ کے تھے، مگر خوشبو کے بکثرت استعمال کی وجہ سے بالوں پر سرخی سی آجاتی تھی اور دیکھنے والے کو یوں معلوم ہوتا تھا گویا بالوں کو رنگا ہوا ہے۔

عن أبي الطفيل عامر بن واثلة كان يقول: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة. فما أنسى شدة بياض وجهه، وشدة سواد شعره(۳۳)

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے فتح مکہ کے روز آپ ﷺ کو دیکھا، میں آپ ﷺ کے چہرے کی بہت زیادہ سفیدی اور بالوں کی بہت زیادہ سیاہی کو نہیں بھولا۔

عن شيخ من كنانة قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بسوق ذي المجاز بين بردين أحمرين، مربوعا كثير اللحم، حسن الوجه، شديد سواد الشعر سابغه، شديد البياض.(۳٤)

بنو کنانہ کے ایک ضعیف العمر شخص کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ذی المجاز کے ایک بازار میں دو سرخ دھاری دار چادروں میں دیکھا، آپ ﷺ میانہ قد، پر گوشت جسم، حسین چہرہ، لمبے سیاہ بال اور بہت سفید رنگت والے تھے۔

البتہ اخیر عمر میں بالوں میں کچھ سفیدی آگئی تھی جسے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یوں بیان کیا:

عن أبي رمثة التيمي تيم الرباب قال أتيت النبي صلى الله عليه وسلم ومعي ابن لي قال فأريته، فقلت لما رأيته: هذا نبيّ الله صلى الله عليه وسلم، وعليه ثوبان أخضران، وله شعر قد علاه الشّيب، وشيبه أحمر- (۳٥)

ابو رمثہ تیمی کہتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، میں نے اپنے بیٹے کی ملاقات آپ ﷺ سے کرائی، جب میں نے اپنے بیٹے کو آپ ﷺ سے ملوایا تو میں نے کہا: یہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں، آپ ﷺ پر دو سبز چادریں تھیں، بالوں پہ سفیدی چڑھ رہی تھی، اور یہ سفیدی سرخی مائل تھی۔

عن أنس بن مالك قال: ما عددت في رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم ولحيته إلا أربع عشرة شعرة بيضاء-(۳٦)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سر اور داڑھی کے بالوں میں چودہ سے زیادہ سفید بال نہیں شمار کیے۔

عن ابن عمر قال: إنما كان شيب رسول الله ﷺ نحوا من عشرين شعرة بيضاء(۳۷)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بیس کے قریب سفید بال تھے۔

روى البيهقي عن أنس: ما شانه الله بالشيب، ما كان في رأسه ولحيته إلا سبع عشرة أو ثمان عشرة بيضاء. وقد يجمع بينهما بأن إخباره اختلف لاختلاف الأوقات، أو بأن الأول إخبار عن عده والثاني إخبار عن الواقع، فهو لم يعد إلا أربع عشرة، وأما في الواقع فكان سبع عشرة أو ثمان عشرة.(۳۸)

امام بیہقی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سر اور داڑھی میں سترہ یا اٹھارہ سفید بال تھے۔

ان روایات میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ یہ اختلاف مختلف اوقات کی وجہ سے ہے یا ایک شمار کے اعتبار سے ہے اور دوسری روایت واقع کے اعتبار سے، یعنی شمار تو انہوں نے صرف چودہ کیے جبکہ حقیقت میں سترہ یا اٹھارہ تھے۔

بالوں کی تکریم

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له شعر فليكرمه(۳۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بال رکھے تو ان کا اکرام بھی کرے۔

حدیث کے الفاظ: "وہ بالوں کی تکریم کرے" کا مطلب یہ ہے کہ انہیں دھو کر تیل لگائے، اور کنگھی کر کے صاف ستھر اور خوشنمار کھے، بالوں کو بکھرا ہوا مت رکھے، کیونکہ صفائی ستھرائی اور خوبصورتی مطلوب امر ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

بالوں کی تکریم کرنا ضروری ہے. بالوں کی تکریم میں درج ذیل چیزیں آتی ہیں

- کنگھی کرنا
- بالوں میں تیل لگانا
- بالوں میں خوشبو لگانا
- بالوں کو سنوارنا
- بالوں کو کٹوانا

بالوں میں کنگھی کرنا

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: " كان النبي صلى الله عليه وسلم يحب التيمن ما استطاع في طهوره وتنعله وترجله(٤٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر ممکن ہوتا وضو کرنے میں، جوتا پہننے میں اور کنگھی کرنے میں دائیں طرف کو پسند فرماتے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عن عبد الله بن مغفل قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الترجل إلا غبا(٤١)

حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے (روز روز) کنگھی کرنے سے منع فرمایا سوائے کبھی کبھار کے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما، «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان يسدل شعره، وكان المشركون يفرقون رءوسهم، فكان أهل الكتاب يسدلون رءوسهم، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشيء، ثم فرق رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه (٤٢)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو چھوڑا کرتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے جبکہ اہل کتاب اپنے بالوں کو چھوڑا کرتے تھے۔ جس کام میں آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تھا تو آپ اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مانگ نکالی۔

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: «كنت إذا أردت أن أفرق رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم، صدعت الفرق من يافوخه، وأرسل ناصيته بين عينيه(٤٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں میں مانگ نکالتی، تالو سے (بالوں کے دو حصے کر کے) مانگ چیرتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے

بال دونوں آنکھوں کے درمیان چھوڑتی۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بالوں میں مانگ نکالنی چاہئے اور یہ مستحب ہے۔ اور مانگ تالو سے نکالنی چاہئے ٹیڑھی مانگ اور انگریزی حجامت سے ہر صورت بچنا ضروری ہے کیونکہ اس سے کفار سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم (٤٤)

جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں ہوگا۔

بالوں میں تیل لگانا

عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن رأسه ، وتسريح لحيته، ويكثر القناع (٤٥)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اکثر سر کو تیل لگاتے، داڑھی کو کنگھی کرتے اور سر پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔

عن سماك بن حرب قال: سمعت جابر بن سمرة، وقد سئل عن شيب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: كان إذا دهن رأسه لم ير منه شيب وإذا لم يدهن رؤي منه شيء (٤٦)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بالوں میں تیل لگاتے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چند سفید بال تھے نظر نہیں آتے تھے اور جب تیل نہ لگاتے تو یہ بال نظر آتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کبھی تیل لگانا چاہئے اور کبھی نہیں لگانا چاہئے۔ لیکن اگر ضرورت ہو تو دن میں دو دفعہ بھی بالوں میں تیل لگایا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات دن میں دو دفعہ تیل لگاتے تھے۔(۴۷)

بالوں کو سنوارنا اور تیل لگانا مستحب ہے؛ کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (جس نے بال رکھے ہوئے ہیں وہ بالوں کی تکریم کرے۔ یعنی: کنگھی اور تیل وغیرہ کا اہتمام کرے تاکہ ہر وقت بال پراگندہ اور بکھرے ہوئے نہ رہیں۔ اور خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی اور تیل کا اہتمام فرماتے تھے (۴۸)

البتہ بالوں کی دیکھ بھال اور بناؤ سنگھار میں مبالغہ کرنا اور اس میں بہت زیادہ مشغول ہونا قابل مذمت ہے۔

كان نبي الله ﷺ ينهانا عن الإرفاه». قلنا: وما الإرفاه؟ قال: «الترجل كل يوم(۴۹)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں ارفاہ سے منع کیا ہے۔ رواۃ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ ارفاہ کا کیا مطلب؟ تو فرمایا: ہر روز کنگھی کرنا۔

عن عبد الله بن مغفل قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الترجل إلا غبا.(٥٠)

نبی کریم ﷺ نے بالوں کو بنانے سنوارنے سے منع فرمایا ہے، الا کہ ایک دن چھوڑ کر سنوارا جائے

"حدیث کے الفاظ: "ترجیل" کا مطلب یہ ہے کہ بال سیدھے کرنا، انہیں صاف کرنا اور سنوارنا"

اور اسی طرح حدیث کے عربی لفظ: "اِلَّا غِبًّا" کا معنی امام احمد نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ: "ایک دن چھوڑ کر ایک دن بالوں میں تیل لگایا جائے۔(۵۱)

حدیث کے لفظ: "الإرفاہ" کا مطلب ہے کہ ہر وقت انسان بناؤ سنگھار میں لگا رہے۔

والإرفاه الاستكثار من الزينة وأن لا يزال يهيئ نفسه وأصله من الرفه وهو أن ترد الإبل الماء كل يوم فإذا وردت يوما ولم ترد يوما فذلك الغب (۵۲)

ارفاہ کا مطلب ہے بہت زیادہ بناؤ سنگھار کرنا، ہر وقت اپنے آپ کو سنوارتے رہنا، اس کی اصل الرفہ ہے، اس کا مطلب ہوتا ہے اونٹ کا ہر روز پانی پینے آنا، اگر ایک دن آئے اور ایک دن نہ آئے تو اسے العب کہتے ہیں۔

اور ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں - جس نے بال رکھے ہوئے ہیں وہ بالوں کی تکریم کرے، اور روزانہ بالوں میں کنگھی کرنے سے منع کرنے والی حدیث – میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لیے کہ ہر شخص کو اپنے بال سنوارنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر وقت اسی میں لگے رہنے سے روکا گیا ہے، چنانچہ اپنے بالوں کو سنوار کر رکھے لیکن ہر وقت اسی کام میں نہ لگا رہے، بلکہ وقفے کے ساتھ کنگھی کرے، یہ دونوں احادیث کا اعلی ترین مفہوم ہے" (۵۳)

عن جابر بن عبد الله قال : أتانا النبي صلى الله عليه و سلم فرأى رجلا ثائر الشعر فقال أما يجد هذا ما يسكن به شعره -(٥٤)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ایک آدمی کو بکھرے ہوئے پراگندہ بالوں کیساتھ دیکھا اور فرمایا: (کیا اسے اپنے بالوں کو سنوارنے کیلئے کوئی چیز نہیں ملتی؟

امام مالک رحمہ اللہ زید بن اسلم سے بیان کرتے ہیں کہ عطا بن یسار نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں تھے تو ایک شخص پراگندہ سر کے بالوں اور بکھری ہوئی ڈاڑھی کیساتھ داخل ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے کہا باہر چلے جاؤ اور سر بال اور داڑھی کو سنوارو، اس پر وہ شخص گیا اور سر کے بال و داڑھی سنوار کر واپس آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صورت اس سے بہتر نہیں ہے؟ کہ انسان شیطان کی طرح بکھرے ہوئے بالوں کیساتھ آئے۔(۵۵)

اس حدیث میں سر اور داڑھی کے بالوں کو سنوار کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز بالوں کو پراگندہ اور بکھرے ہوئے چھوڑنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بالوں کے سنوارنے اور ان میں تیل لگانے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرے، اگرچہ گھنے بالوں یا خشک جلد کی وجہ سے بار بار تیل لگانے کی ضرورت محسوس ہو تو بار بار لگانا بھی جائز ہوگا؛ کیونکہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے کندھوں تک لمبے بال تھے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزانہ کنگھی کرنے کا حکم دیا۔

عن أبي قتادة قال : كانت لي جمة ضخمة فسأل النبي صلى الله عليه و سلم فأمره أن يحسن إليها وأن يترجل كل يوم(٥٦)

غرضیکہ اپنے بالوں کو سنوار کر رکھنا چاہیے بکھرے ہوئے اور پراگندہ حالت میں چھوڑنا درست نہیں ہے، تاہم بالوں کا خیال کرتے ہوئے انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لینا منع ہے اگر مبالغہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بالوں میں خوشبو لگانا

عن عائشة، قالت: «كنت أطيب النبي صلى الله عليه وسلم بأطيب ما يجد، حتى أجد وبيص الطيب في رأسه ولحيته(۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے بالوں) میں سب سے اچھی خوشبو لگاتی جو آپ کو دستیاب ہوتی۔

قال ربيعة: «فرأيت شعرا من شعره، فإذا هو أحمر فسألت فقيل احمر من الطيب(۵۸)

حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کا ایک بال دیکھا جو سرخ تھا، میں نے سرخی کی بابت پوچھا تو بتایا گیا کہ خوشبو کی وجہ سے سرخی ہے۔

بالوں کو مونڈنا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جعفر کی اولاد کو (ان کے شہید ہونے کے بعد) تین دن مہلت دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی (جعفر رضی اللہ عنہ) پر مت رونا۔ پھر فرمایا کہ میرے بھتیجوں کو میرے پاس لے کر آؤ چنانچہ ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے اور اس وقت ہم چوزوں کی طرح (بہت کم سن) تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " بال مونڈنے والے کو بلا کر میرے پاس لاؤ" (جب وہ آگیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (ہمارے بال) مونڈنے کا حکم دیا اور اسی نے ہمارے سروں کو مونڈا (۵۹)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- عَنِ الْقَزَعِ وَالْقَزَعُ أَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ فَيُتْرَكَ بَعْضُ شَعْرِهِ. (٦٠)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کا آدھا سر مونڈا ہوا تھا اور آدھا نہیں مونڈا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کے سر کے سارے بالوں کو مونڈ دو یا سارے بال چھوڑ دو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سر کے تمام بالوں کو بطور ضرورت مونڈنا صحیح ہے۔ جب کہ حج اور عمرہ کے موقع پر بالوں کو منڈوانا یا کتروانا واجب ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

واجبات الحج فخمسة: السعي بين الصفا والمروة، والوقوف بمزدلفة، ورمي الجمار، والحلق أو التقصير، وطواف الصدر(٦١)

حج کے واجبات پانچ ہیں: صفا اور مروہ کے درمیان سعی، وقوف مزدلفہ، کنکریاں مارنا، سر مونڈوانا یا کتروانا اور طواف وداع۔

كان ابن عمر رضي الله عنهما يقول: «حلق رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجته(٦٢)

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر اپنے سر کے بال منڈوائے۔

چنانچہ سر کے تمام بالوں کو مونڈنا جائز ہے مگر افضل و سنت یہی ہے کہ بال وفرہ، جمہ، لمہ رکھے جائیں کیونکہ احرام کھولنے کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی یہی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں

کہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے صرف تین مرتبہ سر منڈوایا ہے:

۱۔حدیبیہ ۲۔عمرۃ القضاء ۳۔حجۃ الوداع (۶۳)

سر کے بال قینچی سے کٹوانا بھی جائز ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ رحمت کر سر منڈوانے والوں پر، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اور بال ترشوانے والوں پر اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ رحمت کر سر منڈوانے والوں پر، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور بال ترشوانے والوں پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور بال ترشوانے والوں پر۔" (۶۴)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت نے سر منڈوایا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے بال ترشوائے۔(۶۵)

کاٹے ہوئے بالوں کو دفن کرنا ضروری نہیں ہے۔(۶۶)

خلاصہ بحث

دین اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق چھوٹی سے چھوٹی بات کو محفوظ کیا اور اسے من وعن اگلی نسلوں تک منتقل کیا، چودہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی نقل وحفاظت کا یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی زندگیوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مطابق ڈھالیں، جس قدر مسلمانوں کی زندگی میں نبوی رنگ غالب ہوگا نجات کا راستہ اسی قدر آسان اور سہل ہوتا جائے گا۔ چونکہ آپ ﷺ کی زندگی کی ہر بات کا تعلق آئندہ آنے والے مسلمانوں کی نجات سے تھا، لہٰذا صحابہ نے ہر تفصیل کو بے کم وکاست منتقل کر دیا۔ وہ بات جو آپ ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق تھی پھر وہ معمولی نہ رہی۔

زیر نظر مضمون میں حضور اکرم ﷺ کے سر کے بالوں سے متعلق مختلف تفاصیل کو پیش کیا گیا ہے؛ آپ ﷺ کے بال گھنے تھے، سر مبارک بڑا تھا اور یوں بال بھی زیادہ تھے، بال نہ بالکل سیدھے نہ بہت گھنگریالے بلکہ ہلکا سا خم لیے ہوئے اور خوشبودار تھے۔ البتہ بالوں کی مقدار کے حوالے سے مختلف اقوال ہیں، بقول ملا علی قاریؒ اس سلسلے میں چھ طرح کی روایات منقول ہیں، بال چونکہ بڑھنے والی چیز ہے اس لیے ان میں تعارض کوئی حقیقی تعارض نہیں، ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے رو دوسرے زمانے میں اس سے زائد، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے سر منڈوانا چند مرتبہ ثابت ہے، تو جس نے قریب زمانہ میں بال دیکھ کر نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کیے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے بعد کی حالت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کیے۔ بعض علماء نے یوں کہا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نصف کانوں تک پہنچ جاتے تھے اور وسط کے بال اس سے نیچے تک اور سر کے آخری حصے کے بال کندھوں تک پہنچ جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے اکثر چونکہ بال رکھے، اس لیے بال رکھنا افضل ہوگا البتہ سر منڈوانا بھی جائز۔ بال رکھنے میں جو بنیادی ہدایت آپ ﷺ نے فرمائی وہ یہ کہ پورے سر پہ بال ہوں، ایسا نہ ہو کہ کہیں بال باقی رکھے جائیں اور کسی حصے کے کاٹ دیے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے بالوں کی تکریم یعنی انہیں سنوارنے کا بھی حکم دیا، کنگھی کرنے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے کی نہ صرف اجازت اور حکم دیا بلکہ خود بھی ان امور کو اپنی زندگی کا حصہ بنا کر امت کے لیے اسوہ حسنہ قائم کیا البتہ حد سے زیادہ اور ضرورت سے بڑھ کر ان امور میں مشغول ہونے سے منع کیا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) سورۃ الحجر:۹

(۲) سورۃ الجمعۃ:۲

(۳) الترمذی، الشمائل، ص:۳۱،ح:۵،المکتبۃ التجاریۃ، مصطفی احمد الباز، مکۃ المکرمۃ.

(۴) البغوی، شرح السنۃ، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبیﷺ ، ۲۱۸/۱۳ح:۳۶۳۶،المکتب الاسلامی، دمشق.

(۵) الترمذی، الشمائل، ص:،ح:۷

(۶) القاریؒ،ملا علی، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ص:۲۲/۱،المطبعۃ الشرقیۃ، مصر.

(۷) الترمذی، الشمائل، ص:۳۰،ح:۳

(۸) ابن الجزری،ابو السعادات،النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، مادۃ(جمم)،۳۰۰/۱،المکتبۃ العلمیۃ، بیروت.

(۹) القاریؒ،ملا علی، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ص:۱۷/۱

(۱۰) الترمذی، الشمائل، ص:۲۸،ح:۱

(۱۱) حوالہ سابق، ص:۳۲،ح:۷

(۱۲) العسقلانی،ابن حجر،فتح الباری،۳۵۸/۱۰،دار المعرفۃ، بیروت.

(۱۳) ابو عبداللہ،احمد بن محمد بن حنبل،مسند الإمام أحمد، ۳۸۰/۱۲،ح:۷۴۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت.

(۱۴) ابن الجزری،النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، مادۃ(وفر)، ۲۰۹/۵،المکتبۃ العلمیۃ، بیروت.

(۱۵) حوالہ سابق، مادۃ(لمم) ۲۷۳/۴

(۱۶) حوالہ سابق، مادۃ(جمم)۳۰۰/۱

(۱۷) القشیری، مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۸۱۹/۴ح:۲۳۳۸، دار إحیاء التراث العربی، بیروت

(۱۸) ابو داود، سنن أبی داود، ۸۱/۴،ح:۴۱۸۴

(۱۹) البخاری، محمد بن إسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ(صحیح البخاری)، ۱۸۸/۴،ح:۳۵۵۱، دار طوق النجاۃ، مصر.

(۲۰) البخاری، صحیح البخاری، ۱۶۱/۷،ح:۵۹۰۵

(۲۱) الترمذی، الشمائل، ص:۴۷،ح:۲۵

(۲۲) القاریؒ،ملا علی، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ص:۷۶/۱

(۲۳) ابو داود، سنن أبی داود، ۸۱/۴ح:۴۱۸۷

(۲۴) القاریؒ، ملا علی، جمع الوسائل في شرح الشمائل، ص: ۷۶/۱

(۲۵) البخاری، صحيح البخاري، ۱۶۱/۷ ، ح: ۵۹۰۳

(۲۶) الترمذی، الشمائل، ص: ۳۰، ح: ۴

(۲۷) ابو یعلی، احمد بن علی بن المثنی، مسند أبي يعلى، ۲۵۳/۳، ح: ۱۶۹۹، دار المأمون للتراث، دمشق

(۲۸) سنن ابي داؤد ۸۳/۴، ح: ۴۱۹۱

(۲۹) القاریؒ، ملا علی، جمع الوسائل في شرح الشمائل، ص: ۸۱/۱

(۳۰) القاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۳۰۴/۷، دار الوفاء، مصر

(۳۱) النووی، ابوزکریا، محیی الدین، یحییٰ بن شرف، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ۹۱/۱۵، دار إحیاء التراث العربی بیروت.

(۳۲) العسقلانی، ابن حجر، فتح الباري، ۵۷۲/۶

(۳۳) البلاذری، احمد بن یحییٰ، جمل من أنساب الأشراف، ۳۹۳/۱، دار الفکر، بیروت.

(۳۴) حوالہ سابق، ص ۳۹۶/۱

(۳۵) الترمذی، الشمائل ص ۵۸، ح: ۴۳

(۳۶) حوالہ سابق، ص ۵۵، ح: ۳۸

(۳۷) حوالہ سابق، ص ۵۶، ح: ۴۰

(۳۸) القاریؒ، ملا علی، جمع الوسائل في شرح الشمائل، ص ۹۱/۱

(۳۹) سنن ابي داود , ۷۶/۴، ح: ۴۱۶۳

(۴۰) صحيح البخاري ۶۸/۷، ح: ۵۳۸۰

(۴۱) سنن النسائي ۱۳۲/۸ ح: ۵۰۶۱

(۴۲) صحيح البخاري ۱۸۹/۴ ح: ۳۵۵۸

(۴۳) سنن ابي داود ۸۲/۴ ح: ۴۱۸۹

(۴۴) سنن ابي داود ۴۴/۴ ح: ۴۰۳۱

(۴۵) الترمذی، الشمائل، ص ۵۱، ح: ۳۳

(۴۶) حوالہ سابق، ص: ۵۶، ح: ۳۹

(۴۷) ابن ابی شیبۃ، ابوبکر، المصنف في الأحاديث والآثار، ص ۲۳۱/۵ ح: ۲۵۵۵۸، مکتبۃ الرشد، الریاض.

(۴۸) العظیم آبادی، شمس الحق، عون المعبود شرح سنن أبي داود، ص ۱۸۳/۹ ۱، المکتبۃ السلفیۃ، المدینۃ المنورۃ.

(۴۹) سنن النسائي، ۱۳۲/۸، ح: ۵۰۵۸

(۵۰) سنن الترمذي، ۲۸۶/۳،ح:۱۷۵۶

(۵۱) ابن قدامۃ، موفق الدین، المغني، ص۶۹/۱، مکتبۃ القاہرۃ، مصر.

(۵۲) الشوکانی، محمد بن علی، نیل الأوطار، ۱۵۹/۱، دار الحدیث، مصر.

(۵۳) العظیم آبادی، عون المعبود، ص۱۴۵/۱۱

(۵۴) سنن النسائي۱۳۸/۸، ح:۵۲۳۶

(۵۵) مالک بن انس، الموطأ، ۱۳۸۴/۵، ح: ۳۴۹۴، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریۃ والإنسانیۃ، ابوظبی.

(۵۶) سنن النسائي، ۱۸۴/۸، ح: ۵۲۳۷

(۵۷) صحیح البخاري، ۱۶۴/۷، ح: ۵۹۲۳

(۵۸) صحیح البخاري، ۱۸۷/۴، ح: ۳۵۴۷

(۵۹) سنن ابوداود، ۲۵۹/۶، ح: ۴۱۹۴

(۶۰) سنن ابي داود، ۲۶۰/۶، ح: ۴۱۹۳

(۶۱) الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ۱۳۳/۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

(۶۲) صحیح البخاري ۱۷۴/۲، ح: ۱۷۲۶

(۶۳) القاریؒ، ملا علی، جمع الوسائل في شرح الشمائل، ۸۲/۱

(۶۴) صحیح البخاري، ح: ۱۷۲۷

(۶۵) صحیح البخاري، ح: ۱۷۲۹

(۶۶) فتح الباری، ۴۶۱/۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆